## ۱۹۳۹ء

اے کِلک تو مصوّرِ معجز نگار ہے — تیری کشش پہ جذبۂ فطرت نثار ہے
سوکھی سی شاخ رازِ نمو در کنار ہے — کانٹے کی گود میں چمن پُربہار ہے
رنگیں بیانیوں سے یہ گلشن بسائے ہیں
تو نے خزاں کے ذکر میں بھی گُل کھلائے ہیں

کیونکر ملے نہ تجھ کو ریاضت کا اپنی پھل — چلتا ہے راہِ علم و حقیقت میں سر کے بل
ہے گوش پر جو اہلِ نظر کے ترا محل — سرگوشیوں سے کرتا ہے تو مسئلوں کو حل
نوکِ زباں سے دل کی گرہ کھولتا ہے تو
لکھنا فقط کمال نہیں بولتا ہے تو

روزِ ازل سے تو ہے حقیقت کا رازدار — بالائے عرش تیری جلالت ہے آشکار
طے کی ہیں منزلیں رہِ ہستی کی بے شمار — گو دیکھنے میں کاغذی گھوڑے پہ ہے سوار
پہچانتا ہے قدر جو اربابِ فن کی تو
انگلی پکڑ کے چلتا ہے اہلِ سخن کی تو

ہے نغمۂ ربابِ مشیت تری صریر — یعنی پیامِ کاتبِ قسمت تری صریر
اک ترجمانِ عالمِ فطرت تری صریر — دھیمی سی اک نوائے حقیقت تری صریر
تو لوح پر ہے جلوہ دہِ بحر و بر کا ہاتھ
رکھا ہے تیرے سر پہ قضا و قدر کا ہاتھ

تو خاکسار بھی ہے۔ جلالت پناہ بھی — عالم کا ہے مُطیع بھی۔ عالم کا شاہ بھی
ظالم بھی تجھ سے کانپتے ہیں داد خواہ بھی — جاری ہے تیرا حکم بھی، بے سپاہ بھی
جو لکھ دے تو۔ اسی سے حکومت کی شان ہے
تیری رقم خزانۂ شاہی کی جان ہے

دونوں جہاں میں تجھکو یہ حاصل ہے عز و جاہ
تیرے جو ہیں فقیر وہ اوروں کے بادشاہ
موت و حیات، تیرا اشارہ، تری نگاہ
یہ لطف ہے کہ تو ہے سیہ کار و بے گناہ

کاغذ بھی روشنائی بھی اس پر گواہ ہے
قبضے میں صرف تیرے سپید و سیاہ ہے

ہر دم جو مُنہ سے لعل اگلتا ہے بےحساب
دفتر میں کائنات کے تیرا نہیں جواب
کیونکر نہ تجھ کو سمجھیں دو عالم میں انتخاب
محفوظ جبکہ لوح میں ہے صورتِ کتاب

رفعت یہ ہے کہ عرشِ عُلا تک رسائی ہے
حد ہو گئی خدا نے قسم تیری کھائی ہے

ہر شاہ، ہر فقیر کا ہے رازداں قلم
پتھر کی ہے لکیر۔ کرے جو بیاں قلم
بے اِذن رازِ دل نہیں کرتا عیاں قلم
سینہ کوئی شگاف کرے یا زباں قلم

اظہارِ صدق و حق میں اسے ڈر ذرا نہیں
کہنے کو دو زباں ہے مگر دوغلا نہیں

اللہ رے قلم تری توقیر مرحبا
چوما ہے تو نے دستِ یداللہ بارہا
اس سے زیادہ اور شرف چاہتا ہے کیا
ہنگامِ نزع خود ترے طالب تھے مصطفےٰ

قرطاس کی حدیث سے صاف آشکار ہے
تو دشمنِ علی کے لیے ذوالفقار ہے

لکھتا ہے بار بار جو تو مدحِ مرتضیٰ
لاریب تو ہے بلبلِ سدرہ کا ہم نوا
کُھلتی ہیں دو زبانیں جو تیری بصد ادا
ہوتا ہے صاف ان سے عیاں لافتا کا لا

سیکھا ہے رنگ ڈھنگ جو حق کے سفیر کا
گویا ہے تو فقیر جناب امیر کا

اے کِلکِ خوش بیاں ترے اعجاز کے فدا
قلزم بہائے علم کے تو نے ہی جا بجا
کیونکر نہ قدرداں ہوں ترے صاحبِ وِلا
دو ہیں زبانیں۔ ایک سخن۔ شانِ کبریا

ہو ایک بھی جدا تو یہ دونوں فضول ہیں
بے فصل جب ملیں تو علی و رسول ہیں

تیرے سبب سے نظم کا رتبہ جلیل ہے — باغِ نسیم رشکِ ریاضِ خلیل ہے
تو سیرِ آسمان میں پرِ جبرئیل ہے — تیری سبیل صاف سوائے السبیل ہے
سر کٹنے پر بھی تجکو صداقت سے کام ہے
تو پیروِ حسین علیہ السّلام ہے

جو مژدۂ عمل کا مبشر ہے وہ حسین — جو مصحفِ ازل کا مفسّر ہے وہ حسین
جو رازِ بندگی کا مبصّر ہے وہ حسین — جو روحِ زندگی کا مصوّر ہے وہ حسین
ذرّوں پہ لکھ کے خون سے رمزِ حیات کو
رنگیں بنا دیا ورقِ کائنات کو

سر جس کا امتحانِ عمل میں ہوا قلم — منزل بکف ہے راہ میں جس کا ہر اک قدم
اک ایک سانس جس کی دوعالم کا ہے بھرم — سینہ ہے جس کا لوحِ وفا۔ عرش کی قسم
فطرت کو جس نے زیرِ بجدٔ ستم کیا
پانی پہ جس نے صبر کا دفتر رقم کیا

اسلام جس کا بندۂ احساں ہے وہ حسین — کعبہ بھی جس ذبیح پہ قرباں ہے وہ حسین
جو نخلبندِ گلشنِ ایماں ہے وہ حسین — گویا بغیر لفظوں کا قرآں ہے وہ حسین
خاموش ہے تو کن فیکوں کا وقار ہے
جب بول اٹھے مشیّتِ پروردگار ہے

جسمِ بقا کے زخم کا مرہم حسین ہیں — فطرت کے داغ دھونے کو زمزم حسین ہیں
دنیائے انقلاب کے آدم حسین ہیں — روحِ عمل کے عیسیٔ مریم حسین ہیں
سوتے ہوؤں کو خون چھڑک کر جگا دیا
جاگے ہوؤں کو بات پہ مرنا سکھا دیا

انسانیت کا باغِ تمنّا حسین ہیں — اک زندگی کے فیض کے دریا حسین ہیں
انسان کیا بتائے کوئی۔ کیا حسین ہیں — اللہ کی مشیت گویا حسین ہیں
قائم ہے حق کا دین شہِ مشرقین سے
جب تو کہا نبی نے کہ میں ہوں حسین سے

جس وقت تک جہاں میں رسولِ امم رہے — اکثر نبی کے دوش پہ ان کے قدم رہے
یہ پشت پر سوار۔ وہ طاعت میں خم رہے — سجدے میں جامِ عشق پیا اور جم رہے
ثابت ہوا یہ فعلِ رسولِ حجاز سے
مرضی حسین کی ہے مقدم نماز سے

دنیا بھلا سکے گی نہ یہ مصطفےٰ کے پیار — وہ عید۔ وہ حسینؑ کی معراجِ افتخار
ناقہ رسول سا مرے مولا سا شہسوار — زُلفِ محمدی کی خدا ساز، وہ بہار
کھینچا اگر کبھی تو کبھی ڈھیل چھوڑ دی
چاہا جدھر کو۔ باگ رسالت کی موڑ دی

توحیدِ بے نیاز ہے قائم حسین سے — دینِ شہِ حجاز ہے قائم حسین سے
سجدے کا امتیاز ہے قائم حسین سے — سب روزہ و نماز ہے قائم حسین سے
ان پر ہے ناز بندگیِ بے نیاز کو
دم ٹوٹنے لگا پہ نہ توڑا نماز کو

وَالشَّفع ان کی شان میں آیا ہے سربسر — وَالوِتر کے ہیں فرد تو وَالفتح کے جگر
وَالاَرض کے نہال تو وَالتِّین کے ثمر — وَاللَّیل کے چراغ تو وَالشَّمس کے قمر
وَالفجر ان کا روئے جلالت پناہ ہے
وَالعصر کے شہید ہیں قرآں گواہ ہے

جو مصفیِٔ کلکِ مشیت ہے وہ حسین — جو نقشبندِ صفحۂ عظمت ہے وہ حسین
جو کاتبِ صحیفۂ فطرت ہے وہ حسین — جو صاحبِ کتابِ شہادت ہے وہ حسین
جس کی ہے موت روحِ بقا جانِ زندگی
سُرخی ہے جس کے خون کی عنوانِ زندگی

یہ جس ولی کی جاہ و جلالت کا حال ہے — اس مرثیہ میں اُس کی ولادت کا حال ہے
گلشن نہال ہیں یہ مسرت کا حال ہے — ہے وجد میں نسیم یہ فرحت کا حال ہے
اُبھرا ہے رنگ بن کے جو حُسن آج آل کا
جلوہ کلی کلی میں ہے زہرا کے لال کا

وہ عید ہے کہ گلشنِ دیں باغ باغ ہے　　　غنچے کو بیکلی ہے نہ لالے کو داغ ہے
ہر پھول آفتاب کا چشم و چراغ ہے　　　یثرب کی سرزمیں کا فلک پر دماغ ہے
کانٹوں میں بوئے گلشنِ عنبر سرشت ہے
ایسی بہار ہے کہ مدینہ بہشت ہے

دوشِ محمدی کے مکیں کا ورود ہے　　　فرشِ زمیں پہ عرش نشیں کا ورود ہے
دینِ مبیں کے حصنِ حصیں کا ورود ہے　　　زہرا کے گھر حُسین حسیں کا ورود ہے
کلمہ کو سرپرست ۔ نبی کو پسر ملا
ہے سربلند تاجِ شفاعت کہ سر ملا

کعبے کے چاند کو پسرِ مہ جبیں ملا　　　دُرِّ نجف کو گوہرِ عرشِ بریں مِلا
یٰسین کو اِک اور امامِ مبیں ملا　　　چمکا نصیب مہرِ نبوت ، نگیں مِلا
زہرا کا گھر نمونۂ دارالسّلام ہے
پیدائشِ حسین علیہ السّلام ہے

آتا ہے آج خلق میں وہ تیرا امام　　　پڑھتا ہے دینِ حق کلمہ جس کا لا کلام
حُرمت بڑھی حرم کی مُصلّے کا احترام　　　اسود کی شان. حج کا شرف ۔ رکن کا مقام
زمزم کا شور ہے کہ میں ذی آبرو ہوا
کعبہ کو عید ہے کہ منا سرخرو ہوا

حور و ملک میں دھوم ہے جن و بشر میں جشن　　　دنیا و دیں میں بزمِ طرب خشک و تر میں جشن
عالم میں ضو جہاں میں خوشی بحر و بر میں جشن　　　جنت میں جشن، مالکِ جنت کے گھر میں جشن
دونوں جہاں میں عید ہے کون و مکاں میں عید
کون و مکاں کا ذکر تو کیا ۔ لامکاں میں عید

تکبیر کا ہے غُل کہ شہادت کے دن پھرے　　　اسلام کا سخن مری عظمت کے دن پھرے
قرآن کا بیاں کہ اشاعت کے دن پھرے　　　اَخلاق کی ندا بشریت کے دن پھرے
صدق و صفا پکارے ہمیں قدرداں ملا
بولی زمین صبر ۔ مجھے آسماں ملا

غل ہے کہ آج دینِ خدا کا پھرا نصیب
بخشش پکارتی ہے کہ جاگا مرا نصیب
باطل کے دستِ ظلم سے چھوٹے بلا نصیب
تکمیلِ امرِ حق کا دن آیا خوشا نصیب
ذبحِ عظیم کی جو یہ تفسیر مل گئی
بولے خلیل خواب کی تعبیر مل گئی

یہ فیض آمدِ شہِ عالی صفات ہے
نورِ خدا نقابِ رُخِ کائنات ہے
نوروز کی سحر کہ ولادت کی رات ہے
یہ رات دوستوں کو نویدِ برات ہے
اس شب میں حق نے سب کے گنہ عفو کر دیے
فطرس کو بال و پر نہ عطا ہوتے۔ پر دیے

ذرّے تمام غیرتِ مہرِ منیر ہیں
لیلائے شب کی زلف میں یوسف اسیر ہیں
عیسیٰ بھی محوِ قدرتِ ربِّ قدیر ہیں
موسیٰ کی طرح سنگ بھی روشن ضمیر ہیں
تارے تمام طور کا جلوہ لیے ہوئے
نکلا ہے چاند بھی یدِ بیضا لیے ہوئے

جلوہ یہ ہے امامِ مبیں کے ظہور سے
گردوں بھی جھومتا ہے خوشی کے وفور سے
معمور ذرہ ذرہ ہے خالق کے نور سے
یہ تیسری کا چاند بڑھا شمعِ طور سے
طبقے زمیں کے غیرتِ افلاک ہو گئے
لو جمع آج پنجتنِ پاک ہو گئے

اِک شور ہے ولادتِ شاہِ زماں ہے آج
باغِ جہاں نمونۂ باغِ جناں ہے آج
وہ ہیں تجلیاں کہ زمیں۔ آسماں ہے آج
ارض و سما بھی دنگ ہیں ایسا سماں ہے آج
غنچے چٹک رہے ہیں جو لب کھولتے ہوئے
یہ معجزے بہار کے ہیں بولتے ہوئے

نشو و نما عجیب فضا لے کے آئی ہے
اِک معتدل لطیف ہوا لے کے آئی ہے
پودوں کی سبز و سرخ قبا لے کے آئی ہے
پھولوں کا عطر بادِ صبا لے کے آئی ہے
دنیا مہک رہی ہے جو بادِ نعیم سے
دامن نسیم کا ہے معطر شمیم سے

خوشبو ہے باغ باغ فضا دیکھ دیکھ کر　　خنداں ہیں پھول جوشِ صبا دیکھ دیکھ کر
بلبل فدا گلوں کی ادا دیکھ دیکھ کر　　شاخیں نہال اپنی ہَوا دیکھ دیکھ کر
لالے کے زخمِ دل کا بھی اب اندمال ہے
دھبّا سا رہ گیا ہے طبیعت بحال ہے

یہ رنگ ہے خوشی سے ہر اک گلعذار کا　　باچھیں کھلی ہیں سرخ ہے چہرہ انار کا
اتنا ہے اشتیاق شہِ نامدار کا　　گھونگٹ اٹھا ہوا ہے عروسِ بہار کا
ہنگامِ وصل دیکھ کے شاخیں سمٹ گئیں
باہیں گلے میں ڈال کے بیلیں لپٹ گئیں

گلشن میں ہے جو فیض ہوا تا حدِ کمال　　لمحے کے جذب سے متاثر ہیں ماہ و سال
فطرت کی وہ امنگ کہ گہوارۂ خیال　　بیخود ہیں یوں نہال کہ ہو صوفیوں کا حال
کیفیّت ہُوا جو اثر ہے کیے ہوئے
لالے بھی جھومتے ہیں پیالے لیے ہوئے

دلکش ہے یاسمن بھی سمن بھی گلاب بھی　　تارے بھی چاندنی پہ نثار آفتاب بھی
خوشبو بھی موتیا میں ہو موتی کی آب بھی　　سبزے میں حُسن بھی ہے نمک بھی شباب بھی
دنیا کے ہر شجر کو ہرا پیراہن ملا
پیدائشِ حسین سے حُسنِ حَسن ملا

غنچے وہ بیمثال۔ شگوفے وہ بیعدیل　　خوش رنگ، عطر بار، مرصع، حسیں، جمیل
صوتِ ہزار۔ زمزمہ خواں جیسے جبرئیل　　وہ باغ رشکِ خلد کہ دیکھا کریں خلیل
رنگِ حُسین سے جو فزوں آب و تاب ہے
جو پھول ہے ذبیح کا عہدِ شباب ہے

دنیا سے بڑھ کے خلدِ بریں میں ہے آب و تاب　　سورج مُکھی یہاں تو وہاں ہر گل آفتاب
سبزہ یہاں جوان۔ وہاں بختِ کامیاب　　یاں عارضی شباب وہاں دائمی شباب
یاں چاندنی کے پھول ہیں، پھولوں کی چاندنی
واں حورِ عیں کی آنکھیں رسولوں کی چاندنی

اللہ رے فیضِ آمدِ فرزندِ بو تراب
مُشرک پہ آج قہر نہ کافر پہ ہے عذاب
نارِ سقر ہے آتشِ یاقوت سے خوش آب
شعلہ ہر ایک موسمِ سرما کا آفتاب
چنگاریوں کا رنگ جو پھولوں سے مل گیا
دوزخ میں بھی خلیل کا گلزار کھِل گیا

واں آتشِ سقر نے جو یہ گل کھِلا دیا
رضواں نے بھی بہشت بریں کو سجا دیا
گل کو قبا، شجر کو مُشجّر پنہا دیا
جنت کے ہر چراغ کی لَو کو بڑھا دیا
اک اک روش سے نورِ فلک ماند ہو گیا
جو چاندنی کا پھول کھِلا چاند ہو گیا

مشکل زبسکہ مدحتِ باغِ نعیم ہے
اَدنیٰ صفت یہ ہے ۔ دمِ عیسیٰ نسیم ہے
مٹی زمینِ عطر ہے ایسی شمیم ہے
خالق سا نخلبند، علی سا قسیم ہے
غلمان و حور چاند سے بھی چار چند ہیں
ایسے ہیں یہ صنم کہ خدا کو پسند ہیں

سن کر نویدِ آمدِ جانِ شہِ عرب
رَطبُ اللساں ہے شکر میں جنت کا ہر رُطب
جو غنچہ لب تھے پہلے۔ وہ شیریں زباں ہیں اب
ہر موج کی زبان پہ جاری ثنائے رب
ہر نہر بحرِ حسن میں گویا نہائی ہے
مرجاں کا ہاتھ لال ہے مہندی لگائی ہے

تسنیم و سلسبیل کا پُر کیف وہ سماں
ہر لہر میں خوشی کی ترنگیں سی ہیں عیاں
ساقی کی منقبت میں جو کوثر ہے تر زباں
موجیں ہیں مضطرب کہ مدینہ کو ہوں رواں
حسرت میں جلوۂ پسرِ بوتراب کی
موسیٰ کی آنکھ بن گئی پتلی حباب کی

کوثر کی موج موج سے آتی ہے یہ صدا
اے ساقیِ مئے دِہاقا ہم ترے فدا
خادم کو بھی ہے تشنگیِ بادۂ ولا
ڈوبا ہوں تیری چاہ میں لے قلزم عطا
اب تو سوال سُن مرے ساقی فقیر کا
میں بھی ہوں اک غلام جنابِ امیر کا

ساقی وہ مے پلا جو ہر اک باصفا نے پی — حکمِ خدا سے رند نے پی پارسا نے پی
دورِ ازل میں شوق سے کل انبیا نے پی — بزمِ عمل میں خامسِ آلِ عبا نے پی
وہ مے کہ زیرِ تیغ پییں جس کو چین سے
وہ مے جو مول لی گئی خونِ حسین سے

وہ بادۂ حیات وہ صہبائے لالہ رنگ — مستوں کو جو سکھائے جہاد و عمل کے ڈھنگ
کیفیتوں میں جس کی نرالی ہر اک اُمنگ — قُل قُل کا شور نعرۂ تکبیر و طبلِ جنگ
ساقی جو طفل کو وہ مئے بے نظیر دے
ننھی سی جان کلّۂ اژدر کو چیر دے

وہ مے جو منتخب ہے وفا کی نگاہ میں — گرمی ہے جس سے شعلۂ فریاد و آہ میں
چھوڑیں گے مرتے مرتے نہ ہم قتل گاہ میں — چھڑکاؤ کرتے جائیں گے الفت کی راہ میں
پی پی کے جان دیں گے بقا جان جان کر
عباس کے عَلم کے پھریرے میں چھان کر

وہ مے جو سر میں صورتِ سودا نہاں ہوئی — سر میں سما کے زینتِ نوکِ سناں ہوئی
نوکِ سناں سے خونِ شفق میں عیاں ہوئی — خونِ شفق سے چشمِ عزا میں رواں ہوئی
ٹپکی جو آنکھ سے تو ہر اک داغ دھو گئی
رومالِ فاطمہ میں گری جذب ہو گئی

وہ مے کہ جس کی حور و ملک کو ہے جستجو — ہر بوند جس کی چشمۂ کوثر کی آبرو
ایمانِ آب و رنگ تو ارمانِ رنگ و بو — چھونا جسے حرام شریعت میں بے وضو
خالق کے ہاتھ سے شبِ اسریٰ کھنچی ہوئی
پردے میں چھپ کے احمدِ مرسل کی پی ہوئی

وہ مے کہ جس پہ دل بھی فدا جان بھی فدا — اسلام بھی نثار۔ مسلمان بھی فدا
زاہد کا دین۔ شیخ کا ایمان بھی فدا — شانِ نزول دیکھ کے قرآن بھی فدا
وہ مے کہ جس کے آگے نہ یوسف کی چاہ ہو
ایسی بنی ہو جس پہ خدا کی نگاہ ہو

کھنچی گئی جو شیشۂ تقدیر میں وہ مے — بانٹی گئی جو کاسۂ تدبیر میں وہ مے
چھلکی گئی جو سایۂ شمشیر میں وہ مے — چھانی گئی جو چادرِ تطہیر میں وہ مے
جب بن گئی تو رحمتِ ربِّ قدیر ہے
جب کھنچ گئی تو تیغِ جنابِ امیر ہے

وہ مے جو خاص حجلۂ توحید کی بنی — وہ مے جسے پسند کریں بات کے دھنی
وہ مے جو دوستوں کے لیے نعمتِ غنی — وہ مے جو بدمذاق کو ہیرے کی ہے کنی
آجائے جوش میں تو دلوں کی امنگ ہے
اڑنے لگے تو شیخ کے چہرے کا رنگ ہے

ساقی ہماری محفلِ رندانہ اور ہے — یہ ذکرِ خیر اور ہے، افسانہ اور ہے
اپنی شراب اور ہے میخانہ اور ہے — اپنا خُم اور شیشہ و پیمانہ اور ہے
شیشہ دلِ رسولِ خدا خُم غدیر ہے
ساقی کا نامِ پاک جنابِ امیر ہے

وہ مے غدیر کی جو کسی سے چھپی نہیں — جس کو اگر نبی نہ پئیں پھر نبی نہیں
انکار اس شراب سے کچھ دل لگی نہیں — دم ہو تو کوئی آئے، کہے میں نے پی نہیں
یہ مے اگر کسی کو نہ دل سے پسند تھی
بخ بخ کی میکدے میں صدا کیوں بلند تھی

ساقی سحر قریب ہے دے میکشوں کو پھول — ہے ساعتِ ولادتِ سپارۂ رسولؐ
دایہ کا شکلِ وحی فلک سے ہوا نزول — دائی ہے یا کہ دائیٔ رحمت پئے بتول
جس کی ثنا و مدح میں کوشش فضول ہے
وہ قابلہ کہ قابلِ بنتِ رسول ہے

آئی جناں سے تا درِ حیدر بہ کرّ و فر — حوریں کئی ہزار جلو میں ادھر اُدھر
دربارِ فاطمہ میں ہوئی جب کہ بہرہ ور — تسلیم کر کے پائنتی بیٹھی جھکا کے سر
فضّہ کے پاس بخشی جو قدرت نے جا اُسے
خدمت جو حق نے سونپی تھی لائی بجا اُسے

خالق نے فاطمہ کو وہ پیارا عطا کیا — جس نے جہاں میں آتے ہی سجدہ ادا کیا
آغوشِ قابلہ میں نہ شورِ بکا کیا — ہنس ہنس کے جھوم جھوم کے شکرِ خدا کیا
فطرت میں انقلاب کی یہ شان دیکھنا
بسم اللہ دیکھی ہے ابھی قرآن دیکھنا

حجرے سے حورِ خلد یہ کہتی ہوئی چلی — مژدہ ہو یا رسول۔ مبارک ہو یا علی
حق کی تجلیاں رخِ روشن سے ہیں جلی — مولا ہیں پھول اور یہ نازک بدن کلی
بچہ کلام کرتا ہے خالق کی شان ہے
گویا علی کا لال خدا کی زبان ہے

سارے ہیں رنگ ڈھنگ ہمارے رسول کے — ہمصورت نبی ہیں یہ پیارے رسول کے
زہرا کے چاند ہیں تو ستارے رسول کے — آنکھیں رسول کی ہیں اشارے رسول کے
سن کر خبر علی ولی جھومنے لگے
شبیر لپٹ کے بھائی کا منہ چومنے لگے

بولے یہ شاد ہو کے شہنشاہِ بحر و بر — ہم بھی تو دیکھیں دلبرِ حیدر کا کروفر
اسما پکاری لاتی ہوں نہلا کے جلد تر — فرمایا پاک ہے یہ گہر صورتِ قمر
آخر کڑی یہ سلسلۂ پنجتن کی ہے
تطہیر منتظر مرے اس گلبدن کی ہے

لے آئی وہ بتول کے یوسف جمال کو — آغوش میں نبی نے لیا تو نہال کو
خورشید نے گلے سے لگایا ہلال کو — اپنی زباں چوسانے لگے اپنے لال کو
سب منتقل رسول کے علم و عمل ہوئے
گھٹی میں آج ارث کے عقدے بھی حل ہوئے

مڑ کر کہا علی سے کہ یاں آؤ جانِ عم — دیکھو تو میرے لال کو۔ کیسا ہے ذی حشم
جی چاہتا ہے ان پہ ہوں قربان دمبدم — صورت میں حق کا نور ہے قرآں کی قسم
ایسے پسر کا نام کہو، کوئی کیا رکھے
بولے حضور شاہِ رسل ہیں خدا رکھے

ناگاہ جبرئیل نے آکر کیا سلام
بولے حضور کو ہو مبارک یہ لالہ فام
ہے تہنیت کے بعد یہ معبود کا پیام
اپنے ولی کے لال کو ہم نے دیا ہے نام
یکتا مری کنیز کا یہ نورِ عین ہے
ایسے حسیں کا نام مناسب حسین ہے

پیارا سا نام سن کے جو خوش ہو گئے نبی
فرحت سے مسکرا دیے منہ پھیر کر علی
بچے کو جبرئیل نے پیہم دعا یہ دی
پھولے پھلے رسول کے گلشن کی یہ کلی
نورِ حسین سے ہو اجالا جہان میں
اس گلبدن کا بول ہو بالا جہان میں

دے کر دعا۔ علی سے یہ کی بڑھ کے التجا
مولا۔ غلام خاص ہے یہ عبد باوفا
خلعت خوشی کا کیجیے شاگرد کو عطا
فرمایا جو بھی مانگو ہمیں اس میں عذر کیا
بولے یہ آرزو ہے کہ پالوں حسین کو
جھولا جھلاؤں فاطمہ کے نورِ عین کو

دیکھا علی نے سُن کے جو یہ سوئے مصطفےٰ
بولے رسولِ پاک کہ جبریل مرحبا
تم ہو یگانے اذن کی حاجت تمہیں ہے کیا
رکھنا نگاہ میں کہ یہ ہے نورِ کبریا
سب سے ہمیں جہان میں پیارا حسین ہے
ہم ہیں حسین کے تو ہمارا حسین ہے

اُس دن سے جبریل ہوتے خادم حسین
پالا کیے علی کے پسر کو یہ زیب زین
جاتے تھے خلد میں تو نہ آتا تھا دل کو چین
پھرتا تھا واں بھی آنکھوں میں زہرا کا نورِ عین
سوئے جناں گئے کبھی سوئے چمن گئے
خادم بنے کبھی کبھی خیاط بن گئے

بیت الشرف میں آتے تھے جاتے تھے بارہا
یا خدمتِ حسین تھی یا وحیِ کبریا
اک دن گئے جناں میں تو پلٹے بصد بکا
آنکھوں میں اشک دیکھ کے بولے یہ مصطفےٰ
جبریل خیریت تو ہے کیوں شور و شین ہے
رو کر کہا یہ محضرِ قتلِ حسین ہے

دل تھام کر پکارے رسولِ فلک وقار بچے کی کیا خطا ہے۔ کہو۔ بہرِ کردگار
چوما ہے جو گلوئے حسین ہم نے باربار بہے ہے اُسی پہ ہو گی رواں تیغ آبدار
دکھ سہ کے ہم نے پالا ہے اس نورِ عین کو
کیونکر تڑپتے دیکھے گا، نانا حسین کو

کی عرض دیکھنے کا محل ہی نہ آئے گا اس دَم حضور ہونگے نہ زہرا نہ مرتضیٰ
روئیں گے تابہ حشر محبانِ باوفا پوچھا شہید کس لیے ہو گا یہ مہ لقا
اپنے لیے کہ حق کی اطاعت کے واسطے
روکر کہا کہ بخششِ امت کے واسطے

سر کو جھکائے پاس جو بیٹھے تھے مرتضیٰ بیساختہ کہا کہ مرے لال مرحبا
پھر عرض کی شفیعِ اُمم سے کہ میں فدا حاضر ہے مُہر لیجیے اے شاہِ انبیا
محضر پہ آہ بھر کے پیمبر نے مُہر کی
احمد کی مہر دیکھ کے حیدر نے مُہر کی

کی عرض جبرئیل نے ہاتھوں کو جوڑ کر بلوایئے اب ان کو بھی ہیں فاطمہ کدھر
بے چین ہو کے بولے پیمبر بچشمِ تر مرجائے گی تڑپ کے سنے گی جو یہ خبر
کیونکر زباں سے حالِ غمِ دل رُبا کہیں
یا تم کہو بتول سے یا مرتضیٰ کہیں

قدسی نے کی یہ عرض کہ اے شافعِ امم یہ ہے رضا تو کہتے ہیں خود فاطمہ سے ہم
نرمی سے آشتی سے سنائیں گے حالِ غم تائید کرتے جائیں گے حیدر قدم قدم
ہم بھی کریں گے ضبط۔ امامِ غیور بھی
اتنی ہے التجا کہ نہ روئیں حضور بھی

یہ ذکر تھا کہ آگئیں خود بنتِ مصطفےٰ بی بی سے ہاتھ جوڑ کے جبریل نے کہا
خالق کا اک سوال ہے اے اشرف النسا وہ شاد ہو کے بولیں میں اس حکم کے فدا
بخشش ہوئی کنیز کو عزت اسی کی ہے
جو کچھ ہے میرے پاس امانت اسی کی ہے

کی عرض حق نے مانگا ہے اک نورِ عین کو　　بولیں خوشی سے میں نے دیا دل کے چین کو
لے جاؤ یادگارِ شہِ مشرقین کو　　بولے۔ عدو شہید کریں گے حسین کو
یہ سن کے فاطمہ کا جگر تھرتھرا گیا
ہے ہے حسین منہ سے کہا اور غش آگیا

گھبرا کے جبرئیل نے شہپر کی دی ہوا　　نبضوں کو دیکھنے لگے محبوبِ کبریا
آنسو چھڑک کے ہوش میں لائے جو مرتضیٰ　　پھر سر کو پیٹ کر یہ پکاریں بصد بکا
یارب نہ چھین مجھ سے مرے نورِ عین کو
پالا ہے چکی پیس کے میں نے حسین کو

فرمایا مصطفٰے نے مری جان صبر کر　　بیٹی یہ کبریا کا ہے فرمان صبر کر
تو فخرِ ہاجرہ ہے۔ میں قربان صبر کر　　امت کی مغفرت کا ہے سامان صبر کر
یہ سنتے ہی بتول نے محضر پہ مہر کی
مادر نے قتل نامۂ دلبر پہ مہر کی

فضا سے پھر ملک نے کہا اب حسن کو لاؤ　　آئے جو وہ تو بولے کہ پیارے قریب آؤ
اس خط پہ مہر کر دو تو پھر کھیلنے کو جاؤ　　فرمایا۔ اس کا حال تو پڑھ لیں یہ خط دکھاؤ
کی عرض۔ دین کو ہے ضرورت حسین کی
منظور ہے نبی کو شہادت حسین کی

آنکھوں میں اشک بھر کے پکارا وہ لالہ فام　　حکمِ خدا سے کیوں نہ ہمیں پر چلے حسام
نامِ حسین کاٹ کے لکھ دو حسن کا نام　　کی عرض کس کو دخل مشیت میں یا امام
جب یہ سنا تو حق کے فدائی نے مہر کی
بھائی کے قتل نامہ پہ بھائی نے مہر کی

منہ چوم کر ملک نے یہ کی عرض میں فدا　　پیارے حسین کو بھی بلا لیجیے ذرا
لائے انہیں حسن تو یہ جبریل نے کہا　　محضر خدا نے بھیجا ہے اے جانِ مرتضیٰ
لکھا ہے یہ کہ آپ پہ ظلمِ شدید ہوں
مولا۔ خدا کی راہ میں پیاسے شہید ہوں

منظور ہے حضور یہ کلفت ۔ کہا قبول
بولے کہ ہوگی پیاس کی شدت ۔ کہا قبول
کی عرض جاں نثاروں کی فرقت ۔ کہا قبول
پوچھا کہ بھانجوں کی شہادت ۔ کہا قبول
بولا ملک کہ داغ بہتّر کے کم نہیں
فرمایا لاکھ زخم ہوں ایسے تو غم نہیں

بولے لٹے گی دولتِ شبّر ۔ کہا کہ ۔ اور
کی عرض قتل ہوں گے برادر ۔ کہا کہ ۔ اور
بولے کہ مارے جائیں گے اکبر ۔ کہا کہ ۔ اور
کی عرض تیر کھائیں گے اصغر ۔ کہا کہ ۔ اور
بولے رضائے حق ہے کہ پھر غیر حال ہو
سر شاہ کا سناں پہ ہو، تن پائمال ہو

جنگل میں وقتِ شام جلے فاطمہ کا گھر
سیلی لگائیں بال سکینہ کو ۔ بدگہر
تپ میں ہو قید بانوئے ناشاد کا پسر
خولی کا تازیانہ ہو ۔ بیمار کی کمر
کانٹوں پہ راہِ شام میں زین العبا پھرے
آخر یہ شرط ہے کہ بہن بے ردا پھرے

بولے امامِ پاک کہ منظور ہے ۔ بلا
بیٹے بھتیجے بھانجے بھائی ہوں سب فدا
اُف تک نہ ہم کریں گے بجز شکرِ کبریا
عابد اسیر ہو کہ سکینہ پہ ہو جفا
لیکن یہ حق سے کہیے کہ اتنا کرم کرے
اک شرط بے ردائیِ زینب کو کم کرے

کی عرض حق کا حکم یہ ہے اے نبی کے چین
جب بن میں لُٹ چکیں ۔ حرمِ شاہِ مشرقین
تشہیر تابہ شام ہو زہرا کی نورِ عین
اس میں ہی پردہ پوشیِ امت ہے یاحسین
جب یہ سنا تو شاہ نے محضر پہ مُہر کی
رو رو کے بے ردائیِ خواہر پہ مہر کی

بے پردگی کا عہد قیامت سے تھا نہ کم
یہ مرحلہ وہ ہے کہ ٹھہرتے نہیں قدم
چادر کا مسئلہ جو ہر اک غم سے تھا اہم
فطرت کا مقتضا تھا کہ روئے شہِ امم
جی چاہتا ہے پوچھوں امامِ غیور سے
کیا اس جگہ کچھ آگئے ہیں عابد حضور سے

عالَم سے صبرِ سیّدِ ابرار بڑھ گیا　　پر حلم میں حسینؑ سے بیمار بڑھ گیا
حیدر سے بھی یہ بیکس و ناچار بڑھ گیا　　سب سے حرم کا قافلہ سالار بڑھ گیا
کیا مصطفےٰ یہ آفتِ جانکاہ دیکھتے
سر ننگے ماں بہن کو یداللہ دیکھتے

واحسرتا وہ شام وہ بیمارِ دلفگار　　وہ سر کھلے نبی کے حرم اونٹوں پر سوار
وہ بیڑیاں وہ طوقِ گراں اور وہ مہار　　تلووں میں آبلے تو ہر اک آبلے میں خار
کون و مکاں کا بار ہے اور پُشت خم نہیں
دُرّوں کے نیل مہرِ نبوّت سے کم نہیں

پہنے ہے اے نسیمؔ جو زنجیرِ ناتواں　　یہ کشتیٔ نجات کے لنگر ہیں بے گماں
وہ پاؤں جس میں آ پڑی ہیں یہ بیڑیاں　　آجائے حشر آج نہ ہو گر یہ درمیاں
وہ دستِ پاک اونٹوں کی جس میں مہار ہے
پنجے میں اُس کے قوّتِ پروردگار ہے